سے اولاد کی پیدائش کے ذرائع کو بند کرنا جائز نہیں۔ (ت) عورت کی ملازمت: بعض ملازم پیشہ خواتین ملازمت کی وجہ سے اولاد کا بوجھ نہیں اٹھاتی ہیں۔ اس لئے اولاد کے لئے تیار نہیں ہوتیں چونکہ یہ کوئی معقول عذر نہیں اس لئے اسے اختیار کرنا جائز کرنا جائز نہیں بیوی کو نوکری کی ضرورت نہیں۔ اس کے جملہ اخراجات خاوند کے ذمہ ہیں صرف دنیا بٹورنے یا شوقیہ ملازمت کوئی ایسی وجہ نہیں جہاں اس کو حوصلہ دیا جاسکے۔ (ث) شرم وحیا: یہ بھی کوئی معقول عذر نہیں کہ کوئی شخص اس لئے شرماتا ہو کہ عالم شباب میں مجھے کوئی باپ کہہ کر پکارے اور نہ کوئی جوان خاتون ''امی'' کے نام سے پکارنے کے لئے تیار نہ ہو۔ اس لئے اولاد کی پیدائش کو موخر کرانے کے لئے اسباب اختیار کرنا جائز نہیں۔ (ج) اسقاط حمل: ضبط تولید کا دوسرا طریقہ ''اسقاط'' حمل ہے۔ اس کا خیال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب تدارک حمل کی طرف ناکامی ہو یا کسی بے احتیاطی سے نطفہ علوق قرار پائے۔ اور یا حمل کی صورت میں خاتون کو صحت کا مسئلہ درپیش ہو: شرعی اصول کو سامنے رکھتے ہوئے جب ''نطفہ'' رحم مادر میں قرار پائے اس سے انسان کی پیدائش کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ اس لئے جہاں یہ نطفہ حلال کا ہو تو یہ قابل احترام ہے۔ اسے ضائع نہیں کیا جائے گا۔ اگر حالت احرام میں کسی پرندہ کے انڈے کا ضائع کرنا اس وجہ سے موجب تعذیر ہے کہ اس سے بچے کی صلاحیت پیدا ہونے کے بعد اس کو کیوں ضائع کیا، تو انسان کا نطفہ اس سے زیادہ قابل احترام ہے۔ پیدائش کے ابتدائی آثار یعنی علوق کے بعد اس کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کسی معمولی سبب کی وجہ سے اس کا اسقاط جائز نہیں۔ میرے خیال میں جب تک کوئی موثر سبب موجود نہ ہو۔ اس وقت تک اس کا تحفظ کیا جائے۔ مثلاً ۳، ۴، ۵ اور ۶ نمبر اسباب کی وجہ علوق کے بعد حمل ضائع کرنا مناسب نہیں تاہم ۱، ۲ اور ۸ نمبر کے اعذار کی وجہ سے گنجائش موجود ہے۔ اس میں بھی فقہاء نفخ روح سے پہلے عام اجازت دیتے ہیں۔ یہ اس وقت ہے جب حمل پر ایک سو بیس دن نہ گزرنے پائیں ورنہ چار مہینوں کے بعد نطفہ مختلف مراحل سے گزر کر اس میں انسان کے نمایاں آثار پیدا ہوتے ہیں۔ جب روح ڈالی جائے تو اس کے بعد حمل کا اتنا احترام کیا جائے گا جتنا ایک زندہ انسان کا کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے اسقاط کے حکم میں اور شدت پیدا ہوتی ہے۔ جہاں عورت کی جان کے خطرے کی صورت میں ''اھون البلتین'' پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے یعنی بچے کی زندگی ظنی ہے اور خاتون کی حیات یقینی ہے۔ اس لئے جہاں کہیں ایسی یقینی حیات کا تحفظ حمل کے اسقاط میں ہو تو ماں کی خاطر حمل کو قربان کیا جاسکتا ہے۔ عموماً ایسی صورت میں میاں بیوی کا اتفاق ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر کہیں خاتون کی زندگی کا خطرہ یقینی ہو اور خاوند تعنّت کا شکار ہو کر اجازت نہیں دیتا ہو تو پھر ایسی صورت میں خاوند کی اجازت کے بغیر قدم اٹھانے کی گنجائش ہے۔ البتہ جہاں کہیں اس سے بے احتیاطی پیدا ہو تو اس کے تدارک کے لئے حاکم وقت یا کسی فیملی کورٹ کا دخل دینا زیادہ مناسب ہے۔ جو کسی میڈیکل بورڈ کی رپورٹ کی روشنی میں حکم دے سکتا ہے۔ تاہم ایسے معاملات میں کورٹ کے فیصلہ میں تاخیری حربے جان لیوا ثابت ہوسکتے ہیں۔ اس لئے فوری اقدامات کی ضرورت ہے کیونکہ خاتون کی زندگی کو تحفظ دینا ترجیحی سلوک کا محتاج ہے۔

بیمار بچے کو ضائع کرنا: آج کل اس حوالہ سے یہ سوال بھی اٹھتا ہے کہ اگر میڈیکل رپورٹ سے یہ ثابت ہو کہ ماں کے پیٹ میں

موجودہ بچہ معذور ہے۔ یہ پیدا ہو کر لنگڑا، دیوانہ یا دوسری قسم کی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں میڈیکل رپورٹ کو معیار بنا کر حمل کا اسقاط جائز ہے یا نہیں؟ میرے خیال میں یہ اسقاط حمل کے جواز کے لئے سبب نہیں بن سکتا۔ شریعت میں انسان کے نفس اور جان کا جو احترام ہے وہ ہر صورت میں اس کو حاصل ہے۔ خواہ یہ بیمار ہو یا صحت مند۔ گویا حمل کے بعد جب نفخ روح ہو اس سے خود اس بچے کا استحقاق پیدا ہو گیا۔ معاشرہ پر بوجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ اگر اس کی گنجائش ملے پھر تو ہر مہلک بیماری کے شکار زدہ انسان سے جان چھڑانے کے لئے یہ اکسیر نسخہ ہے۔ حالانکہ کسی مہذب معاشرہ میں اس کا تصور نہیں ملتا ہے کہ وہ بیماروں سے جان چھڑانے کے لئے یہ نسخہ استعمال کرتا ہو۔

زنا کے حمل کا اسقاط: اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ جہاں کہیں حمل حرام نطفہ سے علوق پکڑے تو انسان کے آثار نمودار ہونے سے پہلے اگرچہ بدنامی سے بچنے کے لئے گنجائش مل سکتی ہے لیکن جب ایک دفعہ نفخ روح ہو تو پھر ماں کی بے عزتی سے بڑھ کر خود اس حرام حمل کی زندگی کا تحفظ بحیثیت انسان ضروری مسئلہ ہے۔ اس لئے پھر اس کا اسقاط جائز نہیں کسی ڈاکٹر کو ایسی صورت میں آلہ کار نہیں بننا چاہئے۔

نسب بندی یا قوت مردی کو ختم کرنا: ضبط ولادت کا یہ ایک مؤثر طریقہ ہے جس سے ذرائع تولید کی ہی قلع قمع ہو۔ کسی مرد کے لئے قوت ولادت کو ختم کرنا جائز نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی مؤثر وجہ پائی جاتی ہے۔ بحوالہ بخاری سعد بن ابی وقاص کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمانؓ بن مظعون کو باوجود قدرت نکاح سے باز رہنے کی اجازت نہیں دی۔ اگر اسکو اجازت دی جاتی پھر ہمیں قوت مردمی ختم کرنے کی گنجائش مل جاتی۔ اس لئے یہ دوٹوک حقیقت ہے کہ مرد کے لئے ایسے آپریشن کی اجازت نہیں جس سے اس کی قوت تولید کا استحصال ہو۔ ایسا ہی کسی خاتون کا علاج جب اول الذکر دونوں ذرائع سے ممکن ہے۔ تو پھر مستقل نسبت بندی کی ضرورت نہیں لیکن اگر کہیں ایسی صورت پیدا ہو جہاں خاتون کی صحت کے حوالہ سے مستقل علاج کی ضرورت پڑے۔ مانع حمل دوائیوں کے استعمال سے تدارک نہ ہو۔ کسی ادنی بے احتیاطی سے علوق سے بار بار حمل سے خاتون کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو یا دو تین بچوں کی ولادت معمول سے ہٹ کر آپریشن کے ذریعہ ہو اور مزید حمل سے جسم کے نظام کے تعطل کا خطرہ ہو یا کسی اہم عضو ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو پھر ایسی صورت میں خاتون کے لئے مستقل آپریشن کے سواء اور کوئی چارہ نہیں رہتا ہے۔ ایسی صورت میں خاتون کی زندگی کے تحفظ کے لئے مستقل اپریشن کرنا بھی جائز ہونا چاہئے کیونکہ کرنا بھی جائز ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ حکم کہ "ولا تقتلوا انفسکم انه کان بکم رحیما" اپنے آپ کو قاتل مت کرو بے شک وہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اس کو بھی شامل ہے۔ بعض ممالک میں اقلیت کی آبادی کو کنٹرول کرنے کے لئے یہ نسخہ آزمایا جاتا ہے تاکہ اقلیت اکثریت میں تبدیل نہ ہو۔ یہ درحقیقت سزا ہے جو ظلم و جبر کے حوالہ سے رعیت کو دی جاتی ہے۔ اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ اسلامی معاشرہ میں شد و مد سے ایک تحریک کی شکل میں اس پر کام کرنا کہیں اس لئے نہ ہو کہ اس سے مسلم آبادی کنٹرول میں رہے۔ ورنہ زیادہ ہونے کی صورت میں غیر مسلم کے لئے اس سے جان چھڑانا مشکل ہو۔ والعصر○ ان الانسان لفی خسر○

انسانی اعضاء پر طبی مشق کرنے کی شرعی حیثیت

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

سابق رئیس مفتی جامعہ المرکز الاسلامی (پاکستان)

تمہید:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اور اسے بہترین صورت میں پیدا فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **ولقد کرمنا بنی آدم**......الخ کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم** کہ ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا فرمایا ہے انسان کی دو حالتیں ہیں ایک حیات اور دوسری موت کے بعد تو جس طرح انسان کے بدن کو حیات میں نقصان اور ضرر دینا جرم اور حرام ہے اس طرح انسان کے بدن کو موت کے بعد بھی ضرر دینا یا اس کا کوئی عضو کاٹنا مثل حیات کے حرام ہے جیسا کہ کتب احادیث وفتاوی سے ثابت ہے **فلا تنبش عظام الموتی عند حفر القبور ولا تزال عن موضعها ویتقی کسر عضامها.**

لقوله علیه السلام کسر عظم المیت ککسر عظم الحی فی الاثم او کسر عظم المیت ککسره حیاً. (ج:۳ ص:۱۵۵۵،۱۵۵۶ الفقه الاسلامی)

اور الفقہ اسلامی کی دوسری عبارت ملاحظہ ہو۔

لا یجوز کسر عظامه ولا تحویلها ولو کان المیت ذمیاً ولا ینبش وان طال الزمان. (ص ۱۵۵۹، ج:۳)

انسانی اعضاء پر طبی مشق:

انسانی اعضاء پر طبی مشق کرنا خواہ حالتِ حیات میں ہو یا موت کے بعد ہو انسان کی بے حرمتی ہے۔ یہ فعل ناجائز ہے کیونکہ یہ انسان کی اہانت میں داخل ہے۔ اور زندہ انسان کے جزء یا اجزء کا استعمال خواہ مسلمان کے ہو یا غیر مسلم کے اگر اس کے لئے ضرر کا موجب ہو تو ممنوع ہونا ظاہر ہی ہے۔ کیونکہ **الضرر لا یزال بالضرر** یعنی ایک ضرر دوسرے ضرر سے زائل نہیں ہوتی اور **الضرر لا یزال بمثله** یعنی کسی ایک ضرر کا ازالہ اس طرح نہ کیا جائے گا کہ اسی درجہ کا دوسرا ضرر پیدا ہو جائے (الاشباہ والنظائر ص:۱۲۳ تا ۱۲۴)

جیسے مسلّم بلکہ بدیہی قواعد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ **کمافی الرد قوله والآدمی مکرماً شرعا وان کان کافراً فایراد العقد علیه وابتذاله والحاقه بالجمادات اذلال ای هو غیر جائز وبعضه فی حکمه.** (ج:۴ ص:۱۱۷)

ترجمہ: چونکہ انسان شرعاً مکرم ہے اگرچہ انسان کافر ہی کیوں نہ اس کے اعضاء کا خرید وفروخت اور ابتذال اور اس کے ساتھ جمادات جیسا معاملہ کرنا حرام ہے لہذا انسان اور اس کے اعضاء کا خرید وفروخت جائز نہیں بلکہ صحیح اور صریح احادیث نبوی میں جو انسانی بال کے

استعمال تک ممانعت (استعمال کرنے والے پرلعنت) فرمائی گئی ہے **لعن اللّٰہ الواصلۃ والمستوصلۃ..... الخ.**

(مسلم ج:۲ص:۲۰۴)

اورایک قوی دلیل یہ ہے کہ اجزائے انسانی کے مطلق استعمال کی حرمت پرامت کااجماع واتفاق ہے جس کاذکرعلامہ نوویؒ نے بھی کیاہے۔

اُم المؤمنین حضرت سلمةرضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضوراکرام ﷺ نےفرمایاکہ مردہ اورزندہ کی ہڈی توڑنا گناہ میں برابرہیں۔

اگرکوئی کہے کہ انسانی اعضاء کی طبی مشق میں یاپوسٹ مارٹم میں طالب علم یاڈاکٹرکی نیت توہین کی نہیں ہوتی لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے جب ایک کام توہین کی ہےتواس میں تکریم کی نیت کیسے ہوگی کیونکہ توہین امرممنوع ہے۔اورزندہ اورمردہ دونوں کی حرمت یعنی اعضاء کی شکست وریخت کی حرمت پراوران کااحرام ملحوظ رکھنے پرپوری امت کااتفاق ہے۔اوربعض حضرات فرماتے ہیں کہ کالج میں طالب علم انسانی اعضاء پرطبی مشق اس لئے کرتاہے کہ لاکھوں انسانوں کوفائدہ دینے کیلئے اورانسانی جان کی تحفظ کیلئے کیاجاتاہےاوریہ وقت کی ضرورت ہےلیکن یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ایک تواس کامتبادل طریقہ ہے کہ جانوروں کے یاپلاسٹکی اعضاء بنادیئے جائیں اوروہ اعضاء جداجداہوں توان پرطبی مشق کریں تووہ ضرورت اس سے بھی پوری ہوجاتی ہےاورعورت کے زچہ بچہ کے لئےتعلیم سیکھنامردکیلئے جائزنہیں بلکہ اس کی تعلیم عورتوں کودینی چاہیئے اورمردکے لئے اس میں تھوڑے فائدے کے ساتھ نقصانات زیادہ ہیں۔ایک نقصان تویہ ہے کہ عورت کے بدن کودیکھاجاتاہے جوگناہ کبیرہ ہے۔ **ولا یجوز للغاسل ان ینظرالی عورۃ المیت ابن سبع فاکثرلقولہ علیہ السلام لعلی:لا تنظرالی فخذ حی اومیّت .** **(رواہُ ابوداؤد)**

ولا یجوزان یمس عورتہ لانہ اذالم یجزالنظر فالمس اولٰی.ویستحبّ الا ینظرالی سائر بدنہ الاّ فیما لا بدمنہٗ ویستحب الایمس سائر بدنہ لان علیاً غسل النبیﷺ **وبیدہ خرقۃ یتبع بھا ماتحت القمیص فالواجب استعمال خرقۃ او نحوھا حال غسل العورۃوالمندوب استعمالھا لغسلِ سائر الجسد.**

(فقہ الاسلامی ج:۲ص:۱۴۸۸)

تومطلب یہ ہواکہ زندہ ہویامردہ اس کےعورت کودیکھنامنع ہے کیونکہ حضورؐنے علیؓ کوفرمایاکہ مردہ ہویازندہ اس کے بدن پرنظرمت کرو۔ توجب نظرمنع ہےتواس کامس کرناتوبطرق اولیٰ منع ہےاورمردکیلئے عورت کے زچہ نظرمیں نظراورمس دونوں ہوتے ہیں۔

اورانسانی اعضاء کےطبی مشق میں بھی اگرچہ کچھ فوائد ہیں لیکن دنیامیں ایک چیزرائج ہوجائےتویہ اسکے جائزہونے کیلئے دلیل نہیں ہےاور انسان اعضاء کےطبی مشق کامتبادل طریقہ ایک یہ بھی ہے کہ جانوروں پرطبی مشق کیاجائے جوکہ غیرمحرم ہےان متبادل طریقوں کے باوجودہونے کی وجہ سےطبی مشق کیلئے انسانی اعضاء کواستعمال کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں البتہ فقہاءکرام نے حالت اضطرارمیں کچھ گنجائش نکالی۔جس کی وضاحت اس قاعدہ سےہوتی ہے۔**الضرورۃ تبیح المخطورات،المشقۃ تجلب البشیر** یہ صرف اضطرارکی حالت پرمحمول ہےحاجت وغیرہ پرمحمول نہیں ہے۔کہ اسمیں بھی ان قواعدکی روسےحرام چیزکوحلال قراردیاجاسکے۔اورضرورت

کی وجہ سے صرف نفع یا استراحت متحقق ہوتا ہے۔اور علامہ شامی نے جو طبیب کے لئے عورت کے زجہ بچہ کے وقت اس کے شرمگاہ کو اس وقت دیکھنا جائز کہا ہے۔ جب اضطراری حالت ہو حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ وینبغی واجب کیلئے ہے۔اور اگر کوئی عورت معلّمہ نہ ہو اور اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو پھر مرد کے لئے اجازت ہے لیکن نظر کو اس طرف مت رکھے اور باقی سارے بدن کے چھپائے اور اس بات سے استدلال کرنا کہ میت عورت کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کو انکال دیا جائے گا لیکن اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ تو اضطراری حالت ہے اور حتیٰ بچہ کہ حیات شق بطن پر موقوف ہے۔اس بچہ کا یہ حق لازم ہے کہ اس کی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے شق بطن کیا جائے اس لئے احترام میت کو نظر انداز کیا گیا اور غیر کا مال نگل کر مر جانے والے کے پیٹ سے اس مال کو نکالنا جائز ہے اس سے استدلال کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ حق غیر کی ادائیگی واجب ہونے کی وجہ سے ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس نے اپنے احترام کو زائل کیا تجاوز کرنے سے اور ظلم کرنے سے اور اس کا بدلہ یہ ہے کہ اس کا پیٹ چھیر کر اس کو نکال دیا جائے جیسا کہ علامہ شامیؒ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

(ولو بلغ مال غیرہ) ای ول مال الہٗ کما فی الفتح وشرح المنیۃ وسفھومہ انہ لو ترک مالا یضمن ما بلغہٗ لا یشق اتفاقاً (قولہ والا ولی نعم)لانہٗ وان کان حرمۃ الآدمی اعلی من صیانۃ المال لکنہٗ ازال احترامہٗ بتعدیہ کمافی الفتح ومفادہٗ انہ لوسقط فی جوفہ بلا تعد لا یشق اتفاقا کما لا یشق الحی مطلقاً لا فضائہ الی الھلاک لالمجرد الا حترام . (ج:۲ص ۲۳۸) شامی

یعنی اگر کسی نے غیر کا مال نگل لیا تو اس کو نکالنا جائز ہے لیکن اس وقت جب اس کے پاس مال نہ ہو اور اگر اس کے ساتھ مال ہو اور اس کو چھوڑا ہو تو اتفاقاً اس کا پیٹ نہیں چھیرا جائے گا اور آدمی کی حرمت صیانت المال سے اعلیٰ ہے۔لیکن اس نے اپنا احترام زائل کیا تعدی کے ساتھ تو اس تعدی کے بدلے میں اس کے پیٹ کو چھیرا جائے گا اور اگر بلا تعدی اس کے پیٹ میں چلا گیا تو اتفاقاً اس کا پیٹ نہیں چھیرا جائے گا۔جس طرح کہ زندہ کا پیٹ مطلقاً نہیں چھیرا جا سکتا۔اس لئے کہ یہ افضاء ہے ہلاک ہونے کی طرف۔اس لئے نہیں کہ صرف احترام کی وجہ سے اس کا پیٹ نہیں چھیرا جا رہا ہے۔بلکہ یہ چھیرنا مفضی ہے ہلاک ہونے کی طرف۔

اور یہ بات کرنا کہ میت کی کرامت وتوقیر بجالانا لیکن زندہ انسانوں کو فائدہ پہنچانا اس پر مقدم ہے۔ یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ اضطراری حالت نہیں ہے،اور عرف میں ضرورت کی بنا پر کوئی چیز جو منصوص ہو جائز نہیں ہو سکتی۔لہذا کوئی منصوص مسئلہ کو نہیں بدلا جا سکتا۔ البتہ اس کے متبادل طریقے ہیں جن سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔جیسے ربڑ کے انسان بنائے جاتے ہیں خامخا انسان کی لاش کو کیوں پھاڑا جائے

اعضاء کی پیوندکاری اور اکابر کی رائے:

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے قول سے ظاہر ہے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اجزاء سے انتفاع مطلقاً حرام ہے......الخ

پھر آگے لکھتے ہیں کہ یہ ربڑ کے انسان وغیرہ بنائے جاتے ہیں جن کی مدد سے تشریح وغیرہ سیکھی جا سکتی ہے اور وہ بنائے ہی اس غرض سے

جاتے ہیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ اچھی صورت ہے لیکن اس میں تصویر رکھنے کی حرمت لازم آتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ سر وغیرہ اعضاء کو جدا جدا رکھا جائے۔(اشرف الاحکام ص:۲۳۴)

اورنسانی لاش پر طبی مشق کرنا اس میں جو نقصانات ہیں کچھ اس کو ذکر کرنا ضروری ہے۔

(۱) کفن، دفن اور جنازہ کی نماز میں تاخیر ہوتی ہے اس لئے کہ پوسٹ مارٹم کے اپنے اوقات ہیں رات کے وقت پوسٹ مارٹم نہیں ہوتا ساری رات مردہ اس طرح پڑا رہتا ہے حالانکہ شرعی حکم ہے کہ مردہ کو جلدی دفن کرو جیسا کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا۔

(۲) مردہ کا جسم ناف سے گھٹنوں تک عورت ہے اس کی طرف دیکھنا گناہ ہے۔، ڈاکٹر اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔

(۳) اور کبھی میت عورت کی ہوگی مرد ڈاکٹر جب پوسٹ مارٹم کرے گا اس نعش کی طرف دیکھنا اور اس کا چھونا ضرور ہوگا حالانکہ اس کا گناہ ظاہر ہے۔ کما فی البحر الرائق.

اقامه لواجب الستر ولان النظر اليهاحرام كمافى عورة الحي واطلق العورة فشملت الخفيفة والغليظة وصححهٗ فى التبين وغايه البيان وصحح فى الهداية والمجتبى انهاالعورة الغليظه تيسيراولبطلان الشهوة وجعلهٗ فى الكافى والظهيرية ظاهرالرواية وفى المحيط ويغسل عورته تحت الخرقة بعدان يلف على يده خرقة لتصيرالخرقةحائلة بين يده وبين العورة لان اللمس حرام كا لنظر. (بحرُالرائق ج:۲، ص ۱۷۱)

(۴) مردہ جسم سے بعض اعضاء نکالے جاتے ہیں جو ناجائز ہیں۔اس لئے کہ مردے کا ہر عضو قابل دفن ہے حدیث میں ہے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے حضور ﷺ قبر کے کنارے بیٹھ گئے ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے قبر کھودنے والے نے پنڈلی یا بازو کی ہڈی نکالی اور توڑنے لگا تو حضورؐ نے فرمایا اس کو نہ توڑو کیونکہ زندہ اور مردہ کی ہڈی توڑنا برابر ہے بلکہ اس کو قبر کی ایک طرف دفن کرو۔

(۵) کبھی ڈاکٹر نادانستگی میں غلط نتیجہ بھی اخذ کرسکتا ہے اور قاتل کا معلوم کرنا اصل ہے ۔حالانکہ پوسٹ مارٹم میں قاتل کو معلوم نہیں کیا جا سکتا اور پوسٹ مارٹم عدل وانصاف کے لئے کرتی ہے لیکن اکثر مقدمات میں انصاف پھر بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

(۶) اگر پوسٹ مارٹم اور انسانی اعضاء پر طبی مشق کی اجازت دے دی جائے تو انسان جو واجب الاحترام ہے اس کی حرمت ختم ہوجائیگی اور چیر پھاڑ عام ہوجائے گا اور کسی انسان کو نقصان اور ضرر دینا کوئی گناہ شمار نہیں کیا جائے گا اور انسان کو نقصان پہنچانے کا کوئی پرواہ نہیں کرے گا۔

اور **تداوی بالحرام** سے استدلال کرنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ **تداوی بالحرام** اضطراری حالت میں ہوتا ہے۔اور انسانی اعضاء پر طبی مشق اور پوسٹ مارٹم کوئی اضطراری حالت نہیں ہے اور اس کے متبادل طریقے شریعت نے بتائے ہیں۔نظام الفتاوی میں بھی اسی طرح مذکورہ ہے۔کہ کوئی شخص اپنے کسی عضو کا مالک نہیں ہوتا بلکہ صرف نگران اور محافظ ہوتا ہے اور حکم شرعی کے خلاف اس میں کسی تصرف

کا بھی حق کسی کو نہیں ہوتا ہے۔لہذا کسی عضو کا زندگی میں فروخت کرنا یا کسی کو دینا یا مرنے کے بعد کیلئے دینے کی وصیت کرنا کچھ بھی جائز نہ ہوگا۔یہی حکم شریعت مطہرہ کا اصل حکم خون اور تمام اعضائے انسانی کا ہے اور یہاں خون کے استعمال کی جو گنجائش ہے وہ صرف وقتی اور عارضی ہے اور حالتِ اضطرار و مجبوری خون کے علاوہ اور عضو میں متحقق نہیں ہوتی اسی لئے کسی عضو کو خون پر قیاس کرنا بھی صحیح نہ ہوگا......الخ

اور ساری دنیا میں اس کا رائج ہوجانا بھی اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی کسی غلط یا حرام شئی کا دنیا میں رائج ہوجانا کوئی شرعی حجت نہیں.........الخ

اور یہ شیوع مناہی و معاصی اور یہ پریشانیاں اور یہ احوال ہمارے ہی اعمال بد کا ردِ عمل ہیں۔

کماروی اغمالکم عما لکم یا کما تکونوا یولی علیکم .(الحدیث)

بلکہ نصف قرآن ہے۔**ان اللّٰہ لم یک مغیّراً نعمة انعمها علٰی قوم حتّٰی یغیروا مابانفسهم** .... الخ

لہذا اصل علاج یہ نہ ہوگا کہ ہر چیز جو دائر و سائر اور عام ہوجائے اس کے جواز کی راہیں تلاش کی جانے لگیں بلکہ اصل علاج انابت الی اللّٰہ ہے اور اسی بات کی سعی ہے کہ **قوم من حیث القوم** میں مزاج وعمل **ظاهرًا و باطناً انابت الٰی اللّٰہ** ہوجائے۔

(نظام الفتاویٰ ج:۱ص:۳۵۷)

خلاصة البحث:

تو خلاصہ یہ ہوا کہ انسانی اعضاء پر طبی مشق میں انسان کی بے حرمتی اور اہانت ہے اور انسان مکرم ہے اور اس کا اہانت حرام ہے اور ضرورت کی وجہ سے حرام کا ارتکاب کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ ضرورت کے وقت متبادل طریقے موجود ہوں تو آج اگر انسانی اعضاء پر طبی مشق اور پوسٹ مارٹم کی اجازت دے دی جائے تو انسان ایک کھلونا بن جائے گا اور انسان کو تکلیف دینے کا کوئی پرواہ نہیں کرے گا اور انسان کی حرمت ختم ہوجائیگی اور جنایات کا باب کھل جائے گا لہذا شریعت کی رو سے اس کی بالکل اجازت نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ **کسر عظم المیت ککسرة حیاً** ۔کہ مردے کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہے جس طرح زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔تو مردے کی لاش پر طبی مشق کرنا یا پوسٹ مارٹم کرنا بالکل لغو ہے اسکی کوئی ضرورت نہیں ہے متبادل طریقے ہیں جن سے اپنی ضرورت پوری کرسکتے ہیں۔اور ڈاکٹری علوم اس حد تک سیکھنا کہ انسانی اعضاء پر طبی مشق کو ضرورت آئے یہ کوئی ضرورت نہیں۔شریعت نے انسان کو بہت عزت دی ہے اور انسان کو بہت تکریم اور اعزاز سے نوازا ہے لیکن آج انسان خود اپنا اکرام و اعزاز ختم کرنا چاہتا ہے۔لہذا انسانی اعضاء پر طبی مشق کی شریعت کوئی اجازت نہیں دیتی۔**وفی البزازیہ وعن محمد لایشق بطنه لو درة وعلیه الفتویٰ لان الدرة تفسد فیه فلا یفید الشق وقد علم اختلاف التصحیح فی الدرة ولفظ الفتویٰ اقویٰ . (ردا لمحتار ج٦ص:١٩٣)**

واللّٰہ اعلم بالصواب

فقہ المعاشرت

غیر مسلم ممالک میں سفر وسکونت کا شرعی حکم

مولانا محمد صالح العثمین

مترجم مولانا عبدالقوی لقمان

ہجرت کا مفہوم اور یہ کب فرض ہوتی ہے؟

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے؟

﴿إنَّ الذين توفهم الملئكة ظالمی انفسهم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الأرض قالوا ألم تکن أرض الله واسعةً فتهاجروا فیها فاولٰئك مأواهم جهنم وسآءت مصیراً اِلّا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان لا یستطیعون حیلةً وّ لایهتدون سبیلاً فاُولٰئكَ عسى الله أن یعفو عنهم وکان الله عفوّاً غفوراً﴾

(النساء:۹۷تا ۹۹)

"جولوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں، تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا! کہ زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کردے اور اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔"

الهجرة لغوی طور پر الهجر سے ماخوذ ہے جس کا مطلب چھوڑ دینا ہے۔ اور شریعت کی اصطلاح میں الهجرة سے مراد یہ ہے:

"الانتقال من بلد الشرك اِلىٰ بلد اسلامِ" (کتب الجامی:۳۰تا۹۱)

"کفر وشرک والے علاقے سے بُلد اسلام کی طرف منتقل ہونا۔"

بلدِ کفر وہ مقام ہے جہاں کفر کے شعائر نمایاں ہوں، اور اسلام کے شعائر، جیسے اذان، باجماعت نماز پنجگانہ، عیدیں کا انعقاد اور نمازِ جمعہ وغیرہ کا عام اور ہر جگہ اہتمام نہ کیا جاتا ہو۔ 'عام' کی شرط کی ضرورت اس بنا پر ہے تاکہ اس سے وہ مقامات اور غیر مسلم ممالک بھی نکل جائیں جہاں مسلم اقلیت کی بنا پر اسلامی شعائر کا اہتمام تو کیا جاتا ہے مگر بہت محدود دائرے میں رہ کر ان کی اجازت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے علاقے اور ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں اور بعض مخصوص جگہوں پر ہی محدود دائرے میں رہتے ہوئے ان اسلامی شعائر کا انعقاد کرسکتے ہوں تو وہ اسلامی شہر یا اسلامی ممالک نہیں ہیں۔ دیار اسلام، وہی ہوسکتے ہیں، جہاں مکمل مذہبی آزادی ہو اور وہاں اسلامی شعائر عمومی طور پر اور ہر جگہ منعقد ہوتے ہوں۔

ہجرت ہر اس مؤمن پر واجب ہے، جو بلدِ کفر میں رہتا ہو اور دین اور اس کے شعائر کے اظہار کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اگر وہ بغیر ہجرت کے

اپنے دین کو ظاہر رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو ایسی صورت میں ہجرت کے بغیر اس کا اسلام ناقص ہوگا، کیونکہ جس 'عمل' کو کئے بغیر، واجب (فرض) ادا نہ ہوتا ہو تو اس 'عمل' کو بجالانا بھی واجب (یعنی فرض) ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آغاز میں درج کردہ قرآنِ حکیم کی آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل موجود ہے:

''وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی قدرت وطاقت ہوتے ہوئے بھی ہجرت نہ کی تو موت کے فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کرتے ہوئے ان کو سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور ان سے کہا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں کہیں ہجرت کر جاتے؟ مگر وہ کمزور اور بے بس لوگ، جو ہجرت کی طاقت نہیں رکھتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہجرت سے عاجزی اور بے بسی کی بناپر ان سے درگزر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ (رحیم وکریم) کسی بھی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی چیز کا مکلّف (یعنی پابند) نہیں کرتے۔'' (النساء: ۹۷ تا ۹۹)

ایسا ہی اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

''یعبادیَ الذین اٰمنوا اِن أرضيْ واسعةٌ فإیّاي فاعبدون'' (العنکبوت ۵۶)

''اے میرے وہ بندو! جو ایمان لائے ہو! میری زمین وسیع ہے، میرے ہی بندگی کرو۔''

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ آیت کریمہ ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی، جو مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے اور انہوں نے ہجرت نہ کی تھی۔''

ایسی صورت میں ہجرت فرض ہونے کی دلیل رسالتِ مآب ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''ولا تنقطع الهجرة حتّٰی تنقطع التوبةُ ولا تنقطعُ التوبةُ حتّٰی تطلعَ الشمس من مغربها (سنن ابو داود ۲۴۷۹)

''جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوجاتا تب تک ہجرت کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوگا اور توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہ ہوگا، جب سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوتا (یعنی جب تک قیامت قائم نہیں ہوتی)۔''

غیر مسلم معاشروں کی طرف سفر کرنا تین شرائط کے بغیر شرعاً جائز نہیں:

(۱) انسان کے پاس دین کا اتنا ٹھوس اور پختہ علم ہو جس کے ذریعے وہ شکوک وشبہات کو دور کرسکے اور اپنے آپ کو (غیر اسلامی اثرات سے) بچاسکے۔

(۲) وہ دینی اعتبار سے اتنا پختہ اور ثابت قدم ہو کہ شہوات اور جنسی خواہشات میں پڑنے سے بچ سکے۔

(۳) وہ ان ممالک کی طرف سفر کرنے کا شدید محتاج اور ضرورت مند ہو۔

اگر یہ شرائط پوری نہ ہو تو ایک مسلمان کے لئے غیر معاشروں کی جانب سفر کرنا اس لئے جائز نہیں کہ ایک تو اس کے فتنہ میں واقع ہوجانے کا ڈر ہے اور دوسرے: سراسر نافرمانی کے اس سفر میں بہت سا مال ضائع ہو جاتا ہے، اس لئے کہ انسان ان جیسے سفروں میں بہت زیادہ مال ودولت بلاضرورت خرچ کر بیٹھتا ہے۔ اگر انسان کو کسی اشد ضرورت کی بناپر سفر کرنا پڑ جائے، جیسے علاج یا آپریشن کی غرض سے یا